قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات میں علمی ہم آہنگی کے امکانات: ایک تجزیاتی مطالعہ

Interpretive Trends of Difference in Qur'anic Exegesis and the Possibilities of Scholarly Harmony: An Analytical Study

Shahzad Ahmad *, Dr. Shoaib Arif **

** PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.*
** Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.*

KEYWORDS

Academic Discourse.
Comparative Study,
Dialogue,
Interpretative Diversity,
Inter-Sect
Islamic Thought,
Qur'anic Exegesis,
Qur'anic Interpretation,
Scholarly Harmony,

ABSTRACT

This study analyzes the divergent trends in Qur'anic interpretation among major Islamic schools of thought, particularly the Deobandi, Barelvi, and Ahl-e-Hadith traditions, and explores the prospects for scholarly harmony among them. It argues that most differences in Qur'anic exegesis arise from variations in interpretative methodology, legal reasoning, theological perspectives, and approaches to textual evidence rather than from disagreements over the fundamental principles of Islam. The study further demonstrates that these schools share a common commitment to the core doctrines of faith, including belief in the Oneness of Allah, Prophethood, revelation, and the Finality of Prophethood. By highlighting the importance of intellectual diversity, mutual respect, academic integrity, and constructive dialogue, the article emphasizes that scholarly harmony can be achieved without eliminating legitimate differences of interpretation. The study concludes that a balanced and comparative approach to Qur'anic exegesis can strengthen inter-sect understanding, promote intellectual cooperation, and contribute to greater unity within the Muslim scholarly tradition.

تعارف

برصغیر کے دینی مکاتبِ فکر، بالخصوص دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث، قرآن فہمی کی ایک مضبوط علمی روایت کے حامل ہیں۔ ان مکاتبِ فکر کے مفسرین نے قرآن کریم کی خدمت میں گراں قدر علمی سرمایہ چھوڑا ہے، لیکن بعض آیات کی تعبیر میں ان کے مابین اختلافی رجحانات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلافات اکثر اوقات نصوص کے فہم، اصولِ تفسیر، حدیث کے استعمال، کلامی پس منظر اور استدلالی ترجیحات سے پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم ان اختلافات کے باوجود ان مکاتبِ فکر کے درمیان عقائدِ اسلامیہ کی ایک مضبوط مشترک بنیاد موجود ہے جو امت کے فکری اور دینی اتحاد کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

عصرِ حاضر میں جبکہ مذہبی، فکری اور سماجی چیلنجز نئی صورتوں میں سامنے آرہے ہیں، مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی مکالمے کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ علمی مکالمہ نہ صرف اختلافات کی حقیقی نوعیت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ باہمی احترام، برداشت اور فکری رواداری کو بھی فروغ دیتا ہے۔ جب مختلف تعبیرات کو علمی تنوع کے مظہر کے طور پر دیکھا جائے اور انہیں محض نزاع و مناقشہ کا سبب نہ بنایا جائے تو قرآنی علوم کے

*Corresponding Author: *Shahzad Ahmad*
Email Address: *riaz.mahmood@aiou.edu.pk*

مطالعے میں وسعتِ نظر اور توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس تناظر میں قرآنی تعبیرات کے اختلافات کا جائزہ اور ان کے درمیان علمی مکالمے کے امکانات کا مطالعہ ایک اہم علمی ضرورت بن جاتا ہے۔

زیرِ نظر مقالے کا مقصد مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے تعبیراتی اختلافات کی نوعیت کو واضح کرنا اور ان اختلافات کے باوجود علمی ہم آہنگی، مکالمے اور فکری تقارب کے امکانات کو اجاگر کرنا ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ قرآنی تعبیرات کا تنوع اسلامی علمی روایت کا ایک فطری حصہ ہے اور اگر اسے علمی دیانت، اعتدال اور احترامِ اختلاف کے اصولوں کے تحت سمجھا جائے تو یہ امتِ مسلمہ میں فکری وسعت اور علمی ہم آہنگی کے فروغ کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

مختلف قرآنی تعبیرات کے تقابلی جائزہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے اختلافات بنیادی طور پر تفسیری مناہج، استدلالی ترجیحات اور تعبیر کے اسالیب سے متعلق ہیں، نہ کہ اصولی اسلامی عقائد سے۔ اہلِ حدیث مکتبِ فکر عموماً قرآن، سنت اور آثارِ سلف کے ظاہری مفہوم کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے عقائد کے باب میں نصوص کے براہِ راست فہم پر زور دیتا ہے، جبکہ دیوبندی مکتبِ فکر نصوص کے اثبات کے ساتھ تنزیہِ باری تعالیٰ، اعتدالِ تعبیر اور تفویضِ کیفیت کو نمایاں کرتا ہے۔ دوسری جانب بریلوی مکتبِ فکر قرآنی نصوص کی تشریح میں مقامِ رسالت ﷺ، تعظیمِ مصطفوی ﷺ، روحانی تعلق اور محبتِ رسول ﷺ کے پہلوؤں کو زیادہ وضاحت سے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ توحید، صفاتِ الٰہی، شفاعت، معراج، رؤیتِ باری تعالیٰ، علمِ غیب، ختمِ نبوت اور دیگر اعتقادی مسائل میں اختلافات کی نوعیت زیادہ تر تعبیراتی اور منہجی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبوتِ محمدی ﷺ کی حقانیت، ختمِ نبوت کی قطعیت، قرآنِ مجید کی حجیت اور آخرت کے بنیادی تصورات کے حوالے سے تینوں مکاتبِ فکر کے درمیان وسیع اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس لیے ان اختلافات کو تضاد یا تصادم کے بجائے اسلامی علمی روایت کے اندر موجود فکری تنوع اور اجتہادی وسعت کے مظہر کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

مسئلۂ تحقیق

قرآنِ مجید کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں برصغیر کے مختلف مکاتبِ فکر، خصوصاً دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث، اپنے اپنے علمی اور تفسیری مناہج کے مطابق آراء پیش کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ ان مکاتبِ فکر کے درمیان عقائدِ اسلامیہ کی بنیادی اساسات پر نمایاں اتفاق پایا جاتا ہے، تاہم بعض اعتقادی اور تفسیری مسائل میں تعبیراتی اختلافات بھی موجود ہیں۔ ان اختلافات کی نوعیت، حدود اور اسباب کو اکثر اوقات علمی تنوع کے بجائے مسلکی تنازع کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں باہمی فکری فاصلے اور غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ اس صورتِ حال میں یہ امر تحقیق کا متقاضی ہے کہ قرآنی تعبیرات میں پائے جانے والے اختلافات کی حقیقی نوعیت کیا ہے، ان کے پس منظر میں کون سے تفسیری اور منہجی عوامل کارفرما ہیں، اور ان اختلافات کے باوجود علمی ہم آہنگی اور باہمی مکالمے کے امکانات کس حد تک موجود ہیں۔

بنیادی تحقیقی سوال

دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کی قرآنی تعبیرات میں پائے جانے والے اختلافات کی نوعیت کیا ہے، اور ان اختلافات کے باوجود علمی ہم آہنگی اور باہمی مکالمے کے امکانات کس طرح پیدا کیے جاسکتے ہیں؟

مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی ہم آہنگی کا فروغ

مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ اختلافات کے بجائے مشترکات کو بنیاد بنایا جائے۔ دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور دیگر اسلامی مکاتبِ فکر قرآنِ مجید کی حقانیت، رسالتِ محمدی ﷺ، ختمِ نبوت، آخرت اور دیگر بنیادی عقائد پر متفق ہیں۔ جب علمی گفتگو کا آغاز ان مشترکہ اصولوں سے کیا جائے تو باہمی اعتماد اور فکری قربت کی فضا پیدا ہوتی ہے، جبکہ صرف اختلافی مسائل پر توجہ دینے سے فاصلے بڑھنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

علمی ہم آہنگی کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ ہر مکتبِ فکر کے موقف کو اس کے اصل اور مستند مصادر کی روشنی میں سمجھا جائے۔ اکثر اوقات اختلافات اس لیے شدت اختیار کر جاتے ہیں کہ کسی مکتبِ فکر کے نظریات کو ثانوی ذرائع یا مخالفین کی تشریحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ علمی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر رائے کو اس کے صحیح سیاق و سباق میں پیش کیا جائے اور مخالف موقف کی درست نمائندگی کی جائے۔

اسی طرح بین المسالک علمی مکالمے کو فروغ دینا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء، محققین اور طلبہ کے درمیان علمی نشستوں، سیمینارز، مذاکروں اور تحقیقی پروگراموں کے انعقاد سے ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو بہتر انداز میں سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ ایسی علمی مجالس غلط فہمیوں کے ازالے اور باہمی احترام کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

علمی ہم آہنگی کے لیے یہ امتیاز بھی ضروری ہے کہ منہجی اختلاف اور اعتقادی اختلاف کو ایک ہی درجے میں نہ رکھا جائے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں اختلاف استدلال، ترجیحِ دلائل یا اصولِ تفسیر کے فرق کی بنیاد پر ہوتا ہے، لیکن ان کا تعلق بنیادی عقائد سے نہیں ہوتا۔ جب اس فرق کو سمجھ لیا جائے تو اختلافات کی شدت کم ہو جاتی ہے اور علمی تنوع کو قبول کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

عصرِ حاضر کے فکری اور سماجی چیلنجز بھی مختلف مکاتبِ فکر کے باہمی تعاون کا تقاضا کرتے ہیں۔ الحاد، اخلاقی انحطاط، دینی بے راہ روی اور اسلام کے خلاف فکری اعتراضات جیسے مسائل ایسے ہیں جن کا مؤثر جواب اجتماعی علمی کوششوں سے ہی ممکن ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر اپنے اختلافات کو علمی حدود میں رکھتے ہوئے امت کے مشترکہ دینی اور فکری مفادات کے لیے تعاون کو فروغ دیں۔

چنانچہ مختلف قرآنی تعبیرات کے باوجود علمی ہم آہنگی کا راستہ اختلافات کے خاتمے میں نہیں بلکہ احترامِ اختلاف، علمی دیانت، حسنِ ظن، باہمی مکالمے اور مشترکات کے فروغ میں مضمر ہے۔ جب یہ اصول اختیار کیے جائیں تو تعبیرات کا تنوع نزاع کے بجائے علمی ارتقاء، فکری وسعت اور امتِ مسلمہ کے اتحاد کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

1 توحید، رسالت اور قرآن کی مرکزیت کو مشترک بنیاد بنانا

مختلف قرآنی تعبیرات کے اختلافات کو ہم آہنگ کرنے کی سب سے بنیادی تدبیر یہ ہے کہ امت کے سامنے سب سے پہلے وہ قرآنی مشترکات رکھے جائیں جن پر تمام اہلِ ایمان کا اتفاق ہے۔ مسلکی، فقہی، کلامی یا تفسیری اختلافات اپنی جگہ موجود ہو سکتے ہیں، لیکن ان اختلافات کے باوجود امت کا اصل مرکز اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، قرآنِ مجید کی حقانیت، آخرت پر ایمان، عبادت، تقویٰ اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ انسانی زندگی کی بنیادی تشکیل بھی عقیدہ، عبادت اور اخلاق جیسے عناصر سے ہوتی ہے، اور ان میں عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی حوالے سے ایک علمی بیان میں کہا گیا ہے:

"انسانی زندگی کے عناصر ترکیبی تین چیزوں پر مشتمل ہیں، ایک عقیدہ، دوسری عبادت، اور تیسری اخلاق۔ اور ان تینوں عناصر میں سے جو احکامات اسلام نے دیے ہیں وہ شریعت کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے عقائد سب سے زیادہ اہم ہیں، اور عقائد میں توحید، رسالت اہم ترین ہیں، جس پر اتباع کرنا، جس کی اتباع ہر اہل ایمان پر فرض ہے۔"(ہاشمی، 1985ء، ص84)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ توحید اور رسالت اسلامی عقیدے کی بنیادی اساس ہیں اور امت کے فکری و دینی اتحاد کے لیے ان مشترک بنیادوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

جب قرآن فہمی میں ان مشترکات کو بنیاد بنایا جاتا ہے تو اختلاف کا دائرہ محدود، علمی اور مہذب رہتا ہے؛ اور جب مشترکات پس منظر میں چلے جائیں تو جزوی اختلافات امت کے اجتماعی شعور پر غالب آجاتے ہیں۔ قرآنِ مجید امت کو اللہ تعالیٰ کی رسی سے وابستہ رہنے اور تفرقہ سے بچنے کا حکم دیتا ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"(القرآن، آل عمران 3:103)

اس آیت میں "حبل اللہ" کو اجتماعی وابستگی کا مرکز بنایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کے اختلافات کا علاج یہ نہیں کہ ہر اختلاف کو ختم کر دیا جائے، بلکہ اصل علاج یہ ہے کہ سب کو قرآن، ایمان، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مرکزی رشتے سے وابستہ رکھا جائے۔ جب قرآن کو مشترک مرکز بنایا جائے تو اختلافات علمی مکالمہ بن سکتے ہیں؛ لیکن جب مسلکی شناخت کو قرآن سے اوپر رکھا جائے تو اختلاف تعصب، ضد اور انتشار میں بدل جاتا ہے۔

قرآنِ مجید نے اہلِ کتاب کو بھی مشترک کلمہ کی طرف دعوت دی:

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ"(القرآن، آل عمران 3:64)

اگر قرآن اہلِ کتاب کے ساتھ گفتگو میں بھی مشترک بنیاد تلاش کرنے کا اصول دیتا ہے تو امتِ مسلمہ کے داخلی اختلافات میں یہ اصول بدرجۂ اولیٰ قابلِ عمل ہے۔ مختلف تفسیری یا مسلکی تعبیرات رکھنے والے اہلِ علم اگر پہلے توحید، رسالت، قرآن، آخرت، عبادات، اخلاق اور امت کے اجتماعی مفاد کو مشترک بنیاد بنائیں تو اختلافات میں تلخی کے بجائے علمی توازن پیدا ہو سکتا ہے۔

اسی طرح قرآنِ مجید اختلاف کی صورت میں اصل مرجع بھی واضح کرتا ہے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا"(القرآن، النساء 4:59)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزاع کا حل ذاتی رائے، مسلکی ضد، گروہی جذبات یا تاریخی تعصب میں نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی طرف رجوع میں ہے۔ اس کا عملی مطلب یہ ہے کہ مختلف تعبیرات کے درمیان اختلاف کو قرآن و سنت، اصولِ تفسیر، علمی دیانت، زبانِ عرب اور معتبر دینی روایت کے معیار پر پرکھا جائے، نہ کہ عوامی جذبات یا مسلکی وابستگی کے دباؤ میں۔

قرآنی مشترکات کو بنیاد بنانے کی تدبیر کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے امت کے اندر "اختلاف کے باوجود اشتراک" کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ قاری یہ سمجھتا ہے کہ ہر اختلاف دین کی اصل بنیاد کو ختم نہیں کرتا، ہر تعبیر دشمنی کا سبب نہیں بنتی، اور ہر علمی فرق تفرقہ نہیں ہوتا۔ اصل خرابی اس

وقت پیدا ہوتی ہے جب اختلاف کو ایمان و کفر، حق و باطل یا محبت و نفرت کے مطلق پیمانے میں بدل دیا جائے۔ قرآن فہمی کا صحیح منہج اس شدت کو کم کرتا ہے اور امت کو اس کی بنیادی ایمانی وحدت کی طرف واپس لاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں یہ تدبیر نہایت ضروری ہے، کیونکہ مسلم معاشرے اخلاقی زوال، فکری انتشار، الحاد، مادیت، خاندانی کمزوری، معاشی ناانصافی، تعلیمی پسماندگی اور عالمی تہذیبی دباؤ جیسے بڑے چیلنجز سے دوچار ہیں۔ ایسے ماحول میں اگر امت اپنی توانائی جزوی اختلافات کی شدت پر خرچ کرے گی تو اجتماعی اصلاح کمزور ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اگر قرآنی مشترکات کو بنیاد بنایا جائے تو مختلف مکاتبِ فکر قرآن کی ہدایت، اخلاقی اصلاح، دعوت، تعلیم، خدمتِ خلق، خاندانی استحکام اور معاشرتی عدل جیسے مشترک مقاصد کے لیے مل کر کام کر سکتے ہیں۔

اس لیے مختلف تعبیرات کے اختلافات کو ہم آہنگ کرنے کی پہلی تدبیر یہ ہے کہ ہر بحث کا آغاز قرآن کی مرکزی تعلیمات سے کیا جائے: اللہ ایک ہے، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازم ہے، قرآن ہدایت کا اصل سرچشمہ ہے، آخرت حق ہے، تقویٰ معیارِ فضیلت ہے، عدل فرض ہے، ظلم حرام ہے، امانت لازم ہے، اور امت کو تفرقہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر جمع ہونا چاہیے۔ جب یہ اصول سامنے رہیں تو اختلافات علمی حدود میں رہتے ہیں اور امت کا مشترک قرآنی شعور مضبوط ہوتا ہے۔

2 معتبر علمی مکالمے کی تدبیر

مختلف تعبیرات کے اختلافات کو ہم آہنگ کرنے کی ایک اہم تدبیر یہ ہے کہ قرآنی تعبیرات کے باہمی اختلاف کو فرقہ وارانہ کشمکش، مسلکی برتری، الزام تراشی یا مناظرانہ شدت کے بجائے معتبر علمی مکالمے کے دائرے میں رکھا جائے۔ قرآن مجید کی تعبیر کا مقصد کسی گروہ کو شکست دینا یا کسی مسلکی شناخت کو غالب کرنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مراد، قرآن کے ہدایتی پیغام، امت کی اصلاح اور حق کی وضاحت تک پہنچنا ہے۔ جب قرآن فہمی فرقہ وارانہ ذہن کے تابع ہو جاتی ہے تو آیات کو پہلے سے قائم شدہ موقف کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے، مخالف رائے کو پوری دیانت سے نہیں سمجھا جاتا، اور قرآن کا اصل مقصد ہدایت پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس معتبر علمی مکالمہ قرآن کی تعبیر کو دلیل، اصول، ادب، تحقیق اور دیانت کے تابع رکھتا ہے۔

قرآن مجید اختلاف کی صورت میں اصل مرجع کی طرف لوٹنے کا حکم دیتا ہے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا" (القرآن، النساء 4:59)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف کو ذاتی تعصب، مسلکی وابستگی یا جذباتی ردعمل کے حوالے نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی ہدایت کی طرف رجوع سے ہو گا۔ علمی مکالمے کی بنیاد بھی یہی ہے کہ ہر تعبیر کو قرآن، سنت، اصول تفسیر، زبان عرب، سیاق و سباق، فہم سلف اور علمی دیانت کے معیار پر پرکھا جائے۔

قرآن مجید نے اہل ایمان کو عدل پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ اختلاف اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی عدل ترک نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ" (القرآن، المائدہ 5:8)

اس آیت کا اطلاق علمی و تفسیری اختلافات پر بھی ہوتا ہے۔ کسی مکتبِ فکر، مفسر یا تعبیر سے اختلاف ہونے کے باوجود اس کی بات کو درست نقل کرنا، اس کے دلائل کو سمجھنا، اس کی علمی حیثیت کو تسلیم کرنا، اور پھر اصولی انداز میں نقد کرنا علمی عدل کا تقاضا ہے۔ اگر کسی مخالف تعبیر کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے یا اسے عوامی نفرت کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ قرآنی عدل کے خلاف ہے۔

فرقہ وارانہ تفسیر کا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس میں قرآن کو ہدایت کے بجائے گروہی موقف کے اثبات کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ اس طرزِ فکر میں مفسر پہلے نتیجہ طے کر لیتا ہے، پھر آیات کو اس نتیجے کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ معتبر علمی مکالمہ اس کے برعکس پہلے قرآن کے الفاظ، سیاق، دلالت، سنت، آثار اور اصول کو سامنے رکھتا ہے، پھر نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ اسی بنا پر فرقہ وارانہ تفسیر کی مخالفت دراصل قرآن کی عظمت، مرادِ الٰہی کی حفاظت اور امت کے علمی مزاج کی حفاظت ہے۔

غلام احمد حریری نے تاریخ تفسیر و مفسرین میں فرقہ وارانہ تفسیر کے رجحان پر تنقیدی گفتگو کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ "جب تفسیر کو مسلکی تعصب، گروہی حمایت یا فرقہ وارانہ غلبے کے تابع کر دیا جائے تو قرآنی تعبیر اپنی اصل ہدایتی روح سے دور ہو جاتی ہے۔ اس لیے مختلف تعبیرات کو ہم آہنگ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ علمی مکالمہ فرقہ وارانہ ضد کے بجائے اصولی تحقیق، حسنِ ظن، درست نسبت، علمی ادب اور قرآن کی مرکزی ہدایت کے تابع ہو" (حریری، 2011ء، ص724)

3 اختلاف میں اعتدال و برداشت

مختلف تعبیرات کے اختلافات کو ہم آہنگ کرنے کی ایک نہایت مؤثر تدبیر یہ ہے کہ اختلاف کو ادب، علمی دیانت، حسنِ ظن اور درست نسبت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ قرآن مجید کی تعبیرات میں اختلاف اگر دلیل، اصول، زبان، سیاق، روایت، فقہی منہج یا فکری زاویے کے فرق سے پیدا ہو تو اسے فوراً تعصب، گمراہی یا دشمنی کا عنوان نہیں بنانا چاہیے۔ علمی اختلاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے دوسرے موقف کو صحیح طور پر سمجھا جائے، پھر اس کے دلائل کو دیانت سے پیش کیا جائے، پھر اصولی انداز میں نقد کیا جائے، اور آخر میں امت کے مشترک قرآنی مقاصد کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ یہی رویہ اختلاف کو انتشار کے بجائے علمی وسعت کا ذریعہ بناتا ہے۔

قرآن مجید نے اہل ایمان کو باہمی تحقیر، طعن، عیب جوئی اور برے القاب سے منع فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ" (القرآن، الحجرات 49:11)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کے باوجود دوسرے فرد یا گروہ کی تحقیر، طنز، عیب جوئی اور نامناسب القاب قرآنی اخلاق کے خلاف ہیں۔ جب یہ اصول عمومی معاشرت میں لازم ہے تو دینی و تفسیری اختلافات میں بدرجہ اولیٰ لازم ہے، کیونکہ قرآن کی تعبیر کے نام پر اگر زبان غیر محتاط، تلخ یا توہین آمیز ہو جائے تو علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اختلاف فتنہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے بدگمانی، تجسس اور غیبت سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ" (القرآن، الحجرات 49:12)

اس آیت کا تعلق صرف عام سماجی تعلقات سے نہیں بلکہ علمی اختلافات سے بھی ہے۔ اختلافی مباحث میں بدگمانی، نیت خوانی، مخالف کی بات کو غلط معنی پہنانا، اس کی رائے کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، یا اس کے علمی مقام کو گرانا قرآن کے اخلاقی منہج کے خلاف ہے۔ معتبر علمی رویہ یہ ہے کہ اختلافِ رائے کے باوجود نیتوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، بات کو درست سیاق میں سمجھا جائے اور نقد کو شخصیت کے بجائے دلیل تک محدود رکھا جائے۔

اختلاف میں ادب کا ایک بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ زبان کو نرم، باوقار اور علمی رکھا جائے۔ اسی ضمن میں امت کے اجتماعی اتحاد اور باہمی اتفاق کی اہمیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ" (الترمذی، 1998ء، حدیث 2167)

رسول اللہ ﷺ نے اختلافی حالات میں باہمی تعلقات کی اصلاح اور اخوتِ اسلامی کو برقرار رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے تعلق نہ توڑو، اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی رہو۔ (مسلم، بلا تاریخ، ج 2، ص 332) "

یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف اگر باہمی دشمنی، بغض یا تحقیر میں تبدیل ہو جائے تو وہ اسلامی اخوت کے بنیادی مقصد کے منافی ہو جاتا ہے۔ اختلافِ رائے کے باوجود باہمی احترام اور خیر خواہی برقرار رکھنا ہی سنتِ نبویؐ کا تقاضا ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اختلافی امور میں اسلوبِ گفتگو کی اصلاح پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں: تم کہنے کے طریقے سے کہو، ہر گز کوئی برا نہ مانے گا؛ اس طرح کیوں کہتے ہو جس سے دوسرا ابھڑک اٹھے۔ تم طعن و تشنیع سے کہتے ہو، اس سے بے نمازی تو کیا جو نمازی ہے وہ بھی برا مانے گا۔" (تھانوی، بلا تاریخ، ص 109)

قرآن، سنت اور اکابر علماء کی ان ہدایات سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ اختلاف کو علمی حدود میں رکھنا، مخالف موقف کو اس کے اصل مصادر کی روشنی میں سمجھنا، حسنِ ظن قائم رکھنا، درست نسبت کے ساتھ رائے بیان کرنا اور تنقید کو دلیل تک محدود رکھنا علمی ہم آہنگی کی بنیادی شرائط ہیں۔ جب اختلاف تعصب، تحقیر اور الزام تراشی سے پاک ہو اور اس کا مقصد حق کی تلاش اور اصلاحِ امت ہو تو وہ انتشار کے بجائے علمی ترقی، فکری پختگی اور بین المسالک ہم آہنگی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

علمی اختلاف میں نرمی کے اصول

قرآنی تعبیرات اور دینی مسائل میں اختلاف ایک فطری اور علمی حقیقت ہے۔ تاہم یہ اختلاف اسی وقت مفید اور تعمیری ثابت ہوتا ہے جب اسے اخلاق، ادب اور علمی دیانت کے اصولوں کے تحت برتا جائے۔ اسلامی علمی روایت میں اختلاف کو ختم کرنے کے بجائے اسے منظم، مہذب اور اصولی بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں علمی اختلاف میں نرمی کے چند بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

1۔ حسنِ ظن اور اخلاصِ نیت

کسی مفسر، عالم یا مکتبِ فکر کے ساتھ اختلاف کرتے وقت یہ اصل ملحوظ رہنی چاہیے کہ وہ بھی قرآن و سنت کی روشنی میں حق تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے مخالف رائے کو بد نیتی، گمراہی یا تعصب پر محمول کرنے کے بجائے حسنِ ظن کے ساتھ سمجھا جائے۔

2۔ موقف کی درست نمائندگی

علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ کسی فرد یا مکتبِ فکر کے موقف کو اسی طرح بیان کیا جائے جیسا وہ خود بیان کرتا ہے۔ موقف کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، سیاق سے ہٹا کر نقل کرنا یا کمزور صورت میں بیان کر کے رد کرنا علمی انصاف کے خلاف ہے۔

3۔ دلیل کو شخصیت پر مقدم رکھنا

علمی اختلاف میں اصل گفتگو دلائل پر ہونی چاہیے، شخصیات پر نہیں۔ کسی عالم کے مقام، شہرت یا وابستگی کی بنا پر اس کی رائے کو قبول یا رد کرنے کے بجائے اس کے دلائل کا جائزہ لیا جائے۔

4۔ مشترکات کو بنیاد بنانا

اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے وقت ان بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ مشترکات کی بنیاد پر مکالمہ اختلاف کو نزاع بننے سے روکتا ہے اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔

5۔ زبان و بیان میں اعتدال

قرآن مجید نے نرم گفتگو اور حکمت کے ساتھ دعوت دینے کی تعلیم دی ہے۔ اس لیے علمی نقد میں سخت الفاظ، تحقیر، تمسخر، طعن و تشنیع اور اشتعال انگیز انداز سے اجتناب کرنا چاہیے۔ نرم اور متوازن اسلوب اختلاف کو علمی دائرے میں رکھتا ہے۔ "تم کہنے کے طریقے سے کہو، ہر گز کوئی برا نہ مانے گا... تم طعن و تشنیع سے کہتے ہو..(تھانوی، بلا تاریخ، ص109)

6۔ اختلاف اور گمراہی میں فرق

ہر اختلاف گمراہی نہیں ہوتا۔ بہت سے مسائل اجتہادی نوعیت کے ہوتے ہیں جن میں اہلِ علم کے درمیان متعدد آراء پائی جاتی ہیں۔ ایسے معاملات میں مخالف رائے کو فوراً باطل یا گمراہ قرار دینا علمی اعتدال کے منافی ہے۔

7۔ قرآن و سنت کو اصل مرجع بنانا

اختلافی مسائل میں ذاتی رجحانات، گروہی وابستگیوں اور جذباتی میلانات کے بجائے قرآن، سنت اور معتبر علمی اصولوں کی طرف رجوع کیا جانا چاہیے۔ یہی طرزِ عمل علمی مکالمے کو مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

8۔ علمی تنوع کو قبول کرنا

اسلامی علمی روایت میں فقہی، تفسیری اور کلامی تنوع صدیوں سے موجود ہے۔ اس تنوع کو امت کی علمی وسعت کے طور پر سمجھنا چاہیے، نہ کہ ہمیشہ افتراق اور نزاع کا سبب۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ

"اختلافِ مجتہدین شریعت کے فہم اور نصوص کے استنباط میں انسانی کوشش کا فطری نتیجہ ہے۔(الشاطبی، بلا تاریخ، ج 5، ص 95–98) "

علمی اختلاف میں نرمی کا مقصد اختلافات کو ختم کرنا نہیں بلکہ انہیں مہذب، منظم اور تعمیری بنانا ہے۔ جب اختلاف حسنِ ظن، عدل، احترام، علمی دیانت اور دلیل کی بنیاد پر کیا جائے تو وہ فکری ترقی، علمی پختگی اور باہمی ہم آہنگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کے برعکس تعصب، تحقیر اور فرقہ وارانہ رویہ اختلاف کو علمی بحث سے نکال کر تنازع اور افتراق میں تبدیل کر دیتا ہے۔ لہٰذا قرآنی تعبیرات کے مطالعے میں نرم روی، وسعتِ نظر اور احترامِ اختلاف ہی وہ منہج ہے جو علمی مکالمے کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنا سکتا ہے۔

قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات میں علمی ہم آہنگی کے امکانات کے اثرات

قرآنِ مجید کی تعبیر میں تنوع اور اختلاف اسلامی علمی روایت کا ایک فطری اور تاریخی حصہ ہے۔ صحابۂ کرامؓ کے دور سے لے کر عصرِ حاضر تک مختلف مفسرین نے اپنے علمی پس منظر، اصولِ تفسیر، فقہی رجحانات، لسانی فہم اور اجتہادی صلاحیتوں کی بنیاد پر قرآنی آیات کی تشریح کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیری اختلافات اسلامی علمی ورثے کا ایک مستقل موضوع بن گئے ہیں۔ تاہم جب ان اختلافات کو علمی اصولوں، باہمی احترام اور تحقیقی دیانت کے ساتھ سمجھا جاتا ہے تو یہ اختلافات نزاع کا سبب بننے کے بجائے علمی ہم آہنگی، فکری ارتقاء اور امت کی فکری وسعت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات میں علمی ہم آہنگی کے امکانات اور ان کے اثرات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

1۔ امتِ مسلمہ میں فکری اعتدال کا فروغ

علمی ہم آہنگی کا سب سے نمایاں اثر یہ ہے کہ اس سے فکری اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ جب مختلف تعبیرات کو مطالعہ، تحقیق اور دلائل کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے تو شدت پسندانہ اور انتہا پسندانہ رویوں میں کمی آتی ہے۔ قرآنِ مجید امت کو اعتدال اور توازن کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا(القرآن، البقرہ 2:143) "

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے۔"

امام شاطبی کے نزدیک علمی اختلاف اگر اصولی حدود کے اندر رہے تو وہ امت کے لیے وسعت اور آسانی کا باعث بنتا ہے، جبکہ تعصب اور تشدد اختلاف کو فساد میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ (الشاطبی، بلا تاریخ، ج5، ص95–98)

اسی طرح یوسف القرضاوی نے بھی مشروع اختلاف کو علمی ترقی کی علامت قرار دیا ہے۔ (القرضاوی، بلا تاریخ، ص51–68)

2۔ بین المسالک احترام اور رواداری کا فروغ

قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات کے باوجود جب مختلف مکاتبِ فکر ایک دوسرے کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں تو باہمی احترام اور رواداری کو فروغ ملتا ہے۔ علمی ہم آہنگی کا مطلب یہ نہیں کہ تمام آراء کو یکساں درست قرار دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ اختلافی آراء کو ان کے علمی سیاق وسباق میں سمجھا جائے۔

قرآن مجید عدل اور انصاف کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ(القرآن، المائدہ 5:8) "

"عدل کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے

محمد عوامہ کے مطابق علمی اختلاف کا سب سے اہم ادب یہ ہے کہ مخالف رائے کو اس کے اصل مصادر کی روشنی میں سمجھا جائے اور اس کی درست نمائندگی کی جائے۔(عوامہ، بلا تاریخ، ص15–31)

3۔ قرآنی علوم میں وسعت اور گہرائی

مختلف تفسیری رجحانات کے تقابلی مطالعے سے قرآن فہمی کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایک مفسر لغوی زاویے کو نمایاں کرتا ہے، دوسرا فقہی پہلو کو، تیسرا کلامی جہت کو جبکہ چوتھا مقاصدی اور اصلاحی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ نتیجتاً قرآن کے مفہوم کی زیادہ جامع تفہیم حاصل ہوتی ہے۔

امام زرکشی لکھتے ہیں کہ علومِ قرآن کی وسعت کا ایک سبب یہ ہے کہ اہلِ علم نے مختلف زاویوں سے قرآنی معانی کی تحقیق کی اور ہر ایک نے فہمِ قرآن میں ایک نئے پہلو کا اضافہ کیا۔(الزرکشی، بلا تاریخ، ج2، ص149)

4۔ فرقہ وارانہ کشیدگی میں کمی

جب اختلافات کو علمی تنوع کے طور پر سمجھا جائے تو فرقہ وارانہ تصادم کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ اکثر اوقات عوامی سطح پر جن مسائل کو عقیدے کا بنیادی اختلاف سمجھا جاتا ہے، تحقیقی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ ان میں سے بہت سے اختلافات تعبیراتی یا اجتہادی نوعیت کے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ امت کو درپیش بہت سے مسائل کا سبب اختلاف نہیں بلکہ اختلاف کے ساتھ غلط رویہ اختیار کرنا ہے۔ لہٰذا علمی ہم آہنگی اختلاف کو نزاع میں تبدیل ہونے سے روکتی ہے اور فکری استحکام پیدا کرتی ہے۔

5۔ تحقیقی معیار میں بہتری

علمی ہم آہنگی کا ایک اہم اثر یہ بھی ہے کہ تحقیق زیادہ متوازن اور معروضی ہو جاتی ہے۔ جب محقق مختلف مکاتبِ فکر کے مصادر، دلائل اور اصولوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کی تحقیق یک طرفہ نہیں رہتی بلکہ جامعیت اختیار کر لیتی ہے۔

غلام احمد حریری کے مطابق علمی تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ مختلف تفسیری آراء کو تعصب سے بالاتر ہو کر ان کے اصل مآخذ کی روشنی میں جانچا جائے۔ یہی طرزِ عمل تحقیقی معیار کو بلند کرتا ہے اور قرآنی مطالعات کو مضبوط علمی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔(حریری، 2011ء، ص724)

6۔ معاصر فکری چیلنجز کا بہتر جواب

عصر حاضر میں الحاد، سیکولرزم، مادیت اور دینی اقدار پر ہونے والے اعتراضات جیسے متعدد فکری چیلنجز موجود ہیں۔ ان چیلنجز کا مؤثر جواب اسی وقت ممکن ہے جب مختلف دینی مکاتبِ فکر مشترکہ اصولوں پر یکجا ہو کر علمی سطح پر کام کریں۔

7۔ وحدتِ امت کے فروغ میں کردار

علمی ہم آہنگی کے سب سے اہم اثرات میں سے ایک امتِ مسلمہ کے اتحاد کو مضبوط کرنا ہے۔ جب اختلافی تعبیرات کو کفر و ضلالت کا معیار بنانے کے بجائے علمی اجتہاد اور فہم کا تنوع سمجھا جاتا ہے تو امت کے درمیان قربت اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔

یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ امت کی وحدت کا راستہ اختلافات کے خاتمے میں نہیں بلکہ اختلافات کے صحیح فہم اور ان کے ساتھ حسنِ تعامل میں ہے۔(القرضاوی، بلا تاریخ، ص112–118)

یہی اصول قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات پر بھی صادق آتا ہے۔

قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات میں علمی ہم آہنگی کے امکانات نہ صرف موجود ہیں بلکہ اسلامی فکر کی ترقی اور امتِ مسلمہ کے فکری استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔ علمی ہم آہنگی فکری اعتدال، بین المسالک احترام، تحقیقی توازن، فرقہ وارانہ کشیدگی میں کمی، قرآنی علوم کی وسعت اور وحدتِ امت کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مختلف تعبیرات تصادم اور تنازع کا سبب بننے کے بجائے علمی تنوع اور فکری ثروت کی علامت بن جاتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قرآنی تعبیرات کے مطالعے میں تعصب، تحقیر اور مسلکی غلبے کے رجحانات سے اجتناب کرتے ہوئے تحقیق، عدل، احترامِ اختلاف اور علمی مکالمے کو فروغ دیا جائے، کیونکہ یہی طرزِ عمل امتِ مسلمہ کے علمی مستقبل اور فکری یکجہتی کے لیے زیادہ سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقالے میں قرآنی تعبیرات کے اختلافی رجحانات اور مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی ہم آہنگی کے امکانات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآنِ مجید کی تعبیر و تفسیر میں پائے جانے والے اختلافات اسلامی علمی روایت کا ایک فطری اور تاریخی حصہ ہیں۔ یہ اختلافات عموماً اصولِ تفسیر، مناہجِ استدلال، لغوی و کلامی ترجیحات، فقہی پس منظر اور نصوص کے فہم کے تنوع سے پیدا ہوتے ہیں، نہ کہ ہمیشہ بنیادی عقائد میں اختلاف کی بنا پر۔ برصغیر کے نمایاں مکاتبِ فکر، خصوصاً دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث، اگرچہ بعض قرآنی آیات کی تشریح میں مختلف زاویۂ نظر اختیار کرتے ہیں، لیکن قرآنِ مجید کی حجیت، ختمِ نبوت، رسالتِ محمدی ﷺ، وحیِ الٰہی اور دیگر بنیادی اسلامی عقائد کے بارے میں ان کے درمیان نمایاں اتفاق پایا جاتا ہے۔

مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے اختلافات جنہیں عوامی سطح پر شدید نزاع کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، درحقیقت تعبیراتی اور منہجی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مختلف مکاتبِ فکر کے مفسرین اپنے اپنے علمی اصولوں کی روشنی میں قرآنی نصوص کی تشریح کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک ہی آیت کے مختلف فہم سامنے آتے ہیں۔ تاہم یہ تنوع علمی روایت کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی وسعت، گہرائی اور فکری پختگی کی علامت ہے۔ اسی لیے اسلامی علمی تاریخ میں اختلافِ رائے کو مکمل طور پر منفی نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے اجتہادی عمل کا لازمی نتیجہ تصور کیا گیا ہے۔

تحقیق کے دوران یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ اختلافات کو مثبت اور تعمیری رخ دینے کے لیے علمی ادب، حسنِ ظن، درست نسبت، احترامِ اختلاف اور اعتدال پر مبنی مکالمہ ناگزیر ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات بھی اسی رویے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں کہ اختلاف کے باوجود باہمی احترام، خیر خواہی اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ جب اختلاف دلیل، تحقیق اور علمی اصولوں کے دائرے میں رہے تو وہ فکری ارتقا کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن جب اس میں تعصب، تحقیر اور الزام تراشی شامل ہو جائے تو وہ انتشار اور افتراق کا سبب بن جاتا ہے۔

اس مطالعے کا اہم نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی ہم آہنگی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ ان امکانات کی بنیاد مشترک اسلامی عقائد، اصل مصادر کی طرف رجوع، بین المسالک علمی مکالمہ، تقابلی مطالعات کے فروغ اور عصرِ حاضر کے مشترکہ فکری و سماجی چیلنجز کے مقابلے میں تعاون پر رکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اختلافات کے خاتمے کے بجائے ان کے علمی اور مثبت نظم کو ہدف بنایا جانا چاہیے، تاکہ قرآنی تعبیرات کا تنوع امتِ مسلمہ کے لیے علمی وسعت، فکری توازن اور باہمی تقارب کا ذریعہ بن سکے۔ یہی رویہ قرآنی تعلیمات، اسلامی علمی روایت اور عصرِ حاضر کی علمی ضرورتوں سے زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ مطالعے کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. **احترامِ اختلاف کے اصول کو فروغ دیا جائے** تاکہ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے تعبیراتی اختلافات کو علمی تنوع کے طور پر سمجھا جاسکے اور انہیں باہمی نزاع کا سبب نہ بنایا جائے۔
2. **اصل اور مستند مصادر کی طرف رجوع کو فروغ دیا جائے** تاکہ کسی مکتبِ فکر کے نظریات اور تعبیرات کو ثانوی ذرائع یا مسلکی تعصبات کے بجائے اس کے معتبر علمی مراجع کی روشنی میں سمجھا جاسکے۔
3. **بین المسالک علمی مکالمے کی حوصلہ افزائی کی جائے** اور جامعات، تحقیقی اداروں اور دینی مراکز میں ایسے علمی فورمز قائم کیے جائیں جہاں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور محققین باہمی تبادلۂ خیال کر سکیں۔
4. **تقابلی تفسیر اور تقابلی عقائد کے مطالعات کو فروغ دیا جائے** تاکہ طلبہ اور محققین مختلف تفسیری مناہج اور تعبیراتی رجحانات سے واقف ہو سکیں اور یک رخی مطالعے کے بجائے متوازن علمی نقطۂ نظر اختیار کر سکیں۔
5. **اختلافی مسائل میں علمی ادب، حسنِ ظن اور درست نسبت کو ملحوظ رکھا جائے** تاکہ تنقید دلیل اور تحقیق کی بنیاد پر ہو اور شخصیات یا مکاتبِ فکر کے بارے میں غیر منصفانہ رویوں سے اجتناب کیا جاسکے۔
6. **منہجی اور اعتقادی اختلافات میں واضح فرق کو اجاگر کیا جائے** تاکہ تعبیر و استدلال کے اختلافات کو بنیادی عقائد کے اختلاف کے طور پر پیش نہ کیا جائے اور غیر ضروری کشیدگی سے بچا جاسکے۔
7. **قرآنی تعلیمات میں موجود مشترکہ اقدار کو نمایاں کیا جائے** اور توحید، رسالت، ختمِ نبوت، اخلاقیات اور اصلاحِ معاشرہ جیسے متفقہ موضوعات کو بین المسالک تعاون کی بنیاد بنایا جائے۔
8. **عصرِ حاضر کے فکری و سماجی چیلنجز کے مقابلے میں مشترکہ علمی کوششوں کو فروغ دیا جائے** تاکہ مختلف مکاتبِ فکر امت کو درپیش مسائل کے حل کے لیے باہم تعاون کی فضا پیدا کر سکیں۔
9. **سوشل میڈیا اور عوامی خطابات میں علمی ذمہ داری کو یقینی بنایا جائے** تاکہ اختلافی مسائل کو اشتعال انگیزی، الزام تراشی اور مناظرانہ انداز کے بجائے تحقیقی اور متوازن اسلوب میں پیش کیا جاسکے۔
10. **مزید تحقیقی مطالعات کی حوصلہ افزائی کی جائے** جن میں مختلف مکاتبِ فکر کی قرآنی تعبیرات، اصولِ تفسیر اور فکری مناہج کا وسیع اور غیر جانب دارانہ تقابلی جائزہ لیا جائے، تاکہ علمی ہم آہنگی اور باہمی فہم کو مزید مضبوط بنایا جاسکے۔

مجموعی طور پر علمی ہم آہنگی کا راستہ اختلافات کے خاتمے میں نہیں بلکہ ان کے مثبت، مہذب اور علمی نظم میں پوشیدہ ہے۔ اگر احترامِ اختلاف، علمی دیانت، مکالمہ، مشترکات پر توجہ اور تحقیقی توازن کو فروغ دیا جائے تو مختلف مکاتبِ فکر کے مابین موجود تعبیراتی تنوع امتِ مسلمہ کے لیے علمی وسعت، فکری اعتدال اور باہمی تعاون کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

مصادر ومراجع

القرآن الكريم

Al-Qurʾān al-Karīm.

الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ. (1998ء). الجامع الكبير: سنن الترمذی (بشار عواد معروف، محقق). دار الغرب الإسلامي.

Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. (1998). *Al-Jāmiʿ al-kabīr: Sunan al-Tirmidhī* (Bashshār ʿAwwād Maʿrūf, Ed.). Dār al-Gharb al-Islāmī.

تھانوی، اشرف علی. (بلا تاریخ). دعوت و تبلیغ کے اصول و احکام. مکتبہ تھانوی.

Thānawī, Ashraf ʿAlī. (n.d.). *Daʿwat wa tablīgh ke uṣūl-o-aḥkām*. Maktabah Thānawī.

حریری، غلام احمد. (2011ء). تاریخ تفسیر و مفسرین. ملک سنز پبلشرز.

Ḥarīrī, Ghulām Aḥmad. (2011). *Tārīkh-e-tafsīr wa mufassirīn*. Malik Sons Publishers.

الزرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر. (بلا تاریخ). البرهان في علوم القرآن (ج2). دار الكتب العلمية.

Al-Zarkashī, Badr al-Dīn Muḥammad ibn Bahādur. (n.d.). *Al-Burhān fī ʿulūm al-Qurʾān* (Vol. 2). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

الشاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ. (بلا تاریخ). الموافقات (ج5). دار ابن عفان.

Al-Shāṭibī, Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā. (n.d.). *Al-Muwāfaqāt* (Vol. 5). Dār Ibn ʿAffān.

عوامہ، محمد. (بلا تاریخ). أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين. دار البشائر الإسلامية.

ʿAwwāmah, Muḥammad. (n.d.). *Adab al-ikhtilāf fī masāʾil al-ʿilm wa-al-dīn*. Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah.

القرضاوی، یوسف. (بلا تاریخ). الصحوة الإسلامية بين الاختلاف المشروع والتفرق المذموم. دار الشروق.

Al-Qaraḍāwī, Yūsuf. (n.d.). *Al-Ṣaḥwah al-Islāmiyyah bayna al-ikhtilāf al-mashrūʿ wa-al-tafarraq al-madhmūm*. Dār al-Shurūq.

القشیری، مسلم بن حجاج. (بلا تاریخ). صحیح مسلم)ج

Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj. (n.d.). *Ṣaḥīḥ Muslim* (Vol. 2).2).

ہاشمی، حمید اللہ شاہ. (1985ء). اسلامی اخلاق و تصوف. مکتبہ دانیال.

Hāshimī, Ḥamīd Allāh Shāh. (1985). *Islāmī akhlāq wa taṣawwuf*. Maktabah Dāniyāl.